

اپھر آئے تھے، بڑی دیر تک میں باہر کو ٹھے پر ٹھلتا رہا۔ یکدم مجھے اپنی گدی سے کئی سمتوں میں آوازیں آنے لگی تھیں۔ میں نے کئی بار پلٹ کر دیکھا، جیسے میرے سر کے ساتھ کوئی اور سر جوڑے ٹھل رہا تھا۔ پھر کمرے کا روشنداں آنکھ کی پتلی کی طرح کھلنے اور بند ہونے لگا..... آسمان کی کمر میں چاند کا خبر بندھا تھا۔ مجھے یوں لگا۔ جیسے ابھی ایک نادیدہ ہاتھ کمر بند سے یہ خبر کھول کر میرے سینے میں پوسٹ کر دے گا۔

میرے معدے میں یکدم بہت ساتیز اب جمع ہو گیا۔

یہ سب کچھ کیا ہے؟

انسانی رشتے؟... انفرمیں محبتیں؟

یہ سب کچھ کیا ہے۔

زندگی کا سفر؟

ہمیں کیا چاہیے؟ ایک دمرے سے؟ اپنے آپ سے؟

عمر کا فریب، عقل کا فریب، محبت کا فریب۔ معاشرہ اور فرد۔ فرد اور قانون۔ قانون اور قانون فطرت۔ ان سب کی حدیں کون سی ہیں؟ ایک آدمی کیا صرف جسمانی طور پر کسی اور کو ہلاک کر سکتا ہے کہ ہلاک کرنے کے لیے جسم کی قید نہیں۔؟

سوال بڑے ہنور میں چھوٹے تلاطم بن کر گھوم رہے تھے۔ کئی حقیقتیں، کئی عزم کئی جھوٹ کئی سوچیں آپس میں مشین کی سلامی جیسی جڑتی جا رہی تھیں۔ مجھے اب سیمی کی تلاش نہیں تھی، اس کا مرنا ہو لے ہو لے حقیقت بن چکا تھا۔ لیکن اس کی موت نے ان گنت جاگتے سوالوں کو جنم دے دیا۔ جس طرح مشین کے پر زے کھو چلے ہو کر آوازیں دیتے ہیں اور ان میں پہلے سی تیزی نہیں رہتی، ان سوالوں نے بے نام جستجو بے معنی تلاش نے مجھے کھو چلا کر دیا تھا۔ میں اب زنگی کے پیڑن پر چلتا ہوا اندر سے آوازیں دینے لگا تھا۔ عابدہ ہوتی تو یہ آوازیں مدھم ہو جاتیں۔

لیکن کبھی مکمل طور پر ختم نہ ہوتیں۔ ان ہی نے مجھ پر عجیب قسم کی وارثگی اور دیوانہ پن طاری کر دیا تھا۔ کبھی کبھی مجھے شبہ ہوتا کہ میرا وہ نام نہیں ہے جس سے لوگ مجھے پکارتے ہیں۔ اصلی نام یاد کرنے کی کوشش کرتا تو وہ یاد نہ آتا۔ کبھی مجھے لگتا کہ میں جن لوگوں سے ملتا ہوں ان کو میں نے کبھی پہلے بھی دیکھا ہے میں ان کی پرانی ملاقاتوں کو ذہن میں ابھارنے کی سعی کرتا تو بیکار لٹکتی۔ کچھ چھرے کا لمحہ کے دوست، پروفیسر بھائی مختار صولت بھائی ان کے پنج مجھے بالکل جنبی لگتے۔ مجھے اپنے آپ سے پوچھنا پڑتا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ اور میری طرف پر امید مشتاب نظر وہ سے کیوں دیکھتے ہیں؟ جب تک عابدہ میرے پاس رہتی تھی ان بے سمت سوچوں سے چھکار املا رہتا۔ اس کے جاتے ہی ہر طرف سے ریل گاڑیاں چلنا شروع ہو جاتیں اور مجھے لگتا کہ ابھی وہ میری ذہن میں پہنچ کر آپس میں تکرائیں گی۔ بڑا دھما کا ہو گا اور میری کھوپڑی پاش پاش ہو جائے گی۔ ان ہی سوچوں نے مجھے اپنی نوکری میں دچکی لینے پر مجبور کر دیا تھا۔

چاند کا خیز غروب ہو گیا۔ اب کوئی پرزرک کے کھبے کی پھیکی روشنی تھی۔ عابدہ کے آنے سے بہت پہلے اس کے سلیپروں کی آواز آئی۔ میرے دل کو ہلکی سی ڈھاریں ہوئی۔

”یہاں کیا کر رہے ہوا کیلے؟“

میں چپ رہا۔

”اندر تمہارے لیے چائے رکھ گئی تھی۔“

”شکر یہ..... پڑی ہوئی ہے سات گھنٹے سے۔“

”کیسے بول رہے ہو؟“

”جیسے بولا کرتے ہیں۔“

”بڑا دکھا طریقہ ہے تمہارا مہمانوں کے ساتھ۔۔۔ نہ بیٹھنے کو کہانہ آنے کی وجہ

دریافت کی۔“

”بیٹھ جاؤ اند رجا کر۔“

”اے کیلی.....؟“

”عورتیں اکیلی بیٹھی اچھی لگتی ہیں۔ کوئی انہیں ستاتا نہیں۔“

”پوچھو گے نہیں کہ میں کیوں آئی ہوں۔“

میں نے سگریٹ سلاگایا اور شہنشہن پر بیٹھ کر بولا۔ ”ضرور کوئی معقول وجہ ہوگی کیونکہ تم ہمیشہ میرے پاس معقول وجہ سے آئی ہو۔“

”بڑے کمینے ہو وحید کی طرح۔“

”ہم مردوں کی ایک ہی ذات ہوتی ہے اللہ کے فضل سے۔“
”اندرا آؤ ایک بات کرنی ہے تم سے۔“

کچھ دیر میں اکیلا بیٹھا رہا۔ فرانی پر طبیعت مائل تھی۔ لیکن زیادہ دیر رہ نہ سکی۔ بالآخر میں اٹھ کر اندرا چلا گیا۔ عابدہ آج سفید کپڑوں میں بڑی ستری اور ماڈرن لگ رہی تھی۔ پلاسٹک کے تمام زیور غائب تھے۔ لپٹک کانٹان تک نہ تھا۔ دھلے بالوں کی چھوٹی۔ پاؤڈر لگی گردن سے پٹ کر کندھے سے سینے پر لٹک رہی تھی۔

”یہ تمہاری کیا عادت ہے موڑ سائیکل نیچے دھرا اور بغیر سلام دعا اور دھن جگر ہے بھا بھی صولت کا میں تو ایک دن میں نکال دوں گھر سے یہ گھر ہے کوئی ہوٹل تو نہیں نا۔“

”بھائی مختار میری طبیعت کو سمجھتے ہیں۔“

”تم وحید کو تو مل لیتے اچھی بے نیازی ہے تمہاری۔“

جیسے کسی نے گرم پانی میں مجھے غوط دیا۔ اندرا باہر تمام زخم کھل گئے۔

”میرا تو خیال تھا کہ سو برس کتے کی دم سیدھی کرو نہیں ہوتی۔ پر اس کو تو جلدی ہو۔“

ش آگئی۔“

اس کے چہرے پر ہنسی تھی خوشی کا گلال بکھرا تھا۔

”ایسی معافیاں مانگی ہیں بجا بھی صولت سے۔ کیا ہاتھ جوڑ کرو عدے کیے ہیں۔ اپنے علاج کا بھی وعدہ کر لیا ہے۔“

میرا دل یکبارگی کاپنے لگا اس کی ہنسی میں فتح تھی مسرت تھی۔

”سنوا عابدہ تمہارا خیال ہے وہ بدلتا چکا ہے۔ اب وہ تمہیں بہتر طور پر رکھے گا جان من کوئی شخص کسی کی خاطر نہیں بدلتا نہیں بدلتا۔ ایک بار تم چیچا وطنی پہنچ گئیں تو پھر وہی بک بک جھک جھک ہو گئی۔“

وہ کچھ دیر چپ چاپ موونگ پھلیاں چھیلتی رہی۔

”اب میں ہمیشہ تو یہاں نہیں رہ سکتی ناں بجا بھی صولت کے پاس بیچاری بہت عزت کرتی ہیں۔ لیکن کوئی کسی کو کب تک رکھ سکتا ہے اب عزت سے لے جائے تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟“

”تم تو کہتی تھیں کہ اگر ایک لاکھ روپیہ بھی کوئی دے تو میں کبھی وحید کے ساتھ نہ جاؤں۔“

ٹنک کروہ بولی ”یہ میں نے کب کہا تھا۔ میں تو بس اس کی شکایتیں کرتی تھی۔“

”ان ہی شکایتوں پر بھروسہ کر کے میں نے کہیں اندر رہی اندر تم پر اعتماد کر لیا۔ تم تم میری شلگتی ہو عابدہ تمہارے بغیر میں“

یکدم میں چپ ہو گیا اس بے سود تلاش سے فائدہ۔

”کمال ہے میں تو ہر وقت وحید کوہی یاد کرتی رہی ہوں قیومی جیسے تم سیکی کو یاد میں کھوڑے رہے ہو فرق صرف اتنا ہے کہ یہی تمہاری بیوی نہیں تھی اس لیے تم صرف اس کی اچھی باتیں یاد کرتے تھے، میں وحید کی بیوی ہوں اس لیے اسے یاد

کرنے کا میر اطریقہ مختلف تھا۔ یادوں ہم دونوں ہی کرتے تھے؟“
اس کے نزدیک ساری بات کل اتنی تھی۔ اتنی مختصر سادہ اور سچی۔

اس وقت مجھے پتہ چلا کہ یہ سیاہ گوش جیسے مردار سمجھ کر میں کئی مہینوں سے اس کے گرد چکر لگا رہا تھا۔ اور اسے مردہ سمجھ کر اس سے اپنی زندگی کا پروٹوپلازم بنانے کی کوشش میں مصروف تھا۔ یہ سیاہ گوش مرا ہوانہیں تھا۔ صرف کچھوئے کی طرح مردے پن کی ایکنٹگ کر رہا تھا۔ مجھے جھپٹتے دیکھ کر اس نے جھر جھری لی اور ترن جنگل کو رو انہ ہو گیا۔

”اچھا تو قومی اب میں چلوں اللہ تمہاری مدد کرے۔ خدا تم مجھے کبھی کبھی تو تم پر واقعی ترس آ جاتا تھا۔“

وہ اٹھ کھڑی ہوئی اس کے اٹھنے کے انداز میں قطعیت تھی۔

”تم اس حیوان کے ساتھ نہیں رہ سکتیں وہ تمہیں نہیں سمجھتا اس کا علاج نہیں ہو سکے گا عابدہ۔“

”یہم نے کیسے اندازہ لگایا۔“

واقعی یہ میں کیسے کہہ سکتا تھا کہ وحیدا سے نہیں سمجھتا اس کا علاج نہیں ہو سکتا۔

”عابدہ میں ان گنت سوالوں میں گھر ارہتا ہوں اتنے سارے سوال کہ میرا اپنا وجہ اپنے میں کھو گیا ہے تم جب تک ہوتی ہو مجھے یقین رہتا ہے کہ میں ہوں ورنہ ورنہ“

”تمہارا صرف اتنا قصور ہے قومی کہ تم رشتہ داروں میں نہیں رہتے پوڈے کو جڑ چاپیے کھڑا رہنے کو“

”صرف تم میری جڑ بن سکتی ہو صرف تم“

”مجھے پہلے ہی پتہ تھا کہ تم پاگل ہو دراصل اس کا لج کی کم بخت نے تمہارا دماغ خراب کر دیا ہے تمہارے دماغ کو گرمی ہو گئی ہے کسی دماغی امراض کے

ڈاکٹر سے ملوقوی خدا کے لیے۔“

”تم اگر یہاں رہو گی تو..... میں ٹھیک ہو جاؤں گا رشتہ داروں سے ملنے لگوں گا..... اگر تم ایسے نہ رہنا چاہو گی تو میں تم سے نکاح کر لوں گا۔“
”ہے نامت ماری گئی تمہاری..... میں کیوں نکاح پر نکاح کروں گی؟ اس نے ابر واٹھا کر پوچھا۔

پتہ نہیں کیوں میری آنکھیں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اس لئے نہیں کہ مجھے عابدہ سے محبت تھی۔ میں اس سے پھر نانہ چاہتا تھا بلکہ صرف اتنی بات تھی۔ وہ میری زندگی کے منقی پیڑن میں ایک ثابت سنبھل تھی۔ یقینی چیز تھی۔ باقی سب کچھ غیر یقینی۔

”نچے چل کرو حید سے نہیں ملو گے؟“

”میں نے منہ پر لے کر لیا۔ میں کسی گنجے کو متحاٹکنے نہیں جا سکتا اس وقت۔“

”لیکن آخر ہوا کیا ہے۔ میں اس کی بیوی ہوں اب وہ لینے آیا ہے تو کیا میں اس کے ساتھ بھی نہ جاؤں خیر سے۔“

”ضرور جاؤ۔“ میں اوپر نچے درخت کی آخری شاخ پر بوڑھے گدھ کی طرح چپ چاپ ہو بیٹھا۔

”عجیب پٹھاد ماغ ہے تمہارا۔ کسی ڈاکٹر سے مشورہ کرو جلدی سے جلدی۔“

”اور تمہارا دل بھی عجیب ہے۔ اتنا کچھ تمہارے جسم کے ساتھ ہوا۔ اس پر تی اڑنہیں ہوا؟“

”واقعات پر اپنا بس تھوڑی چلتا ہے گناہ تو آدمی سے ہوتے رہتے ہیں۔ بندہ بشر جو ہوا۔ تو پہ کر لے بس۔ آیندہ کے لیے۔ اللہ معاف کرنے والا ہے۔“

”بس ساری اتنی سی بات ہے؟۔“

”وہ کھسانی ہو کر بولی۔“ ”اچھا نچے چل کرو حید سے ملو۔“

”جانے دو عابدہ تم سب ایک سی ہو۔“

آج وہ اندر باہر بہت خوش تھی اسے اس بات پر بھی غصہ نہ آیا۔

”کسی ہیں ہم سب؟“

”جیسی بھی ہوا یک سی ہو۔“

میں نے چادر چہرے پر کھینچ لی۔ میرا خیال تھا وہ چادر اتارے گی غصہ جھاؤ رے گی ہمیشہ کی طرح بلائے گی منائے گی لیکن وہ کچھ دیر کھڑی رہی۔ پھر تو بہ استغفار پڑھنے کی آواز آئی۔ بعد ازاں کمرہ اس قدر چپ ہو گیا کہ چادر کے اندر مجھے خوف آنے لگا۔

کچھ دیر بعد جب مجھے یقین ہو گیا کہ کرگسوں کو منانے کوئی نہیں آئے گا تو میں نے چادر سے باہر نکالا۔ چارے کا سامان ٹھہرے میں دھرا تھا۔ دونوں پیالیوں میں ٹھنڈی چائے پر گریم کی جملی چڑھی ہوئی تھی۔ پانچ سو نگ پھلیوں کے چھلکوں کا چھوٹا سا ڈھیر تھا اور ان کے قریب عابدہ کے سفید سلیپر پر ہے تھے۔ رہڑ کے سفید قینچی سلیپر۔

میں نے اٹھ کر ان سلیپروں کو غور سے دیکھا پر نام کیا اور پھر پلنگ کی چادر سے صاف کر کے الماری کی اوپر والی شلف میں رکھ دیا۔ اس کے پاس ہی میری ماں کی چھوٹی سی تصویر فریم میں جڑی ہوئی پڑی تھی۔ شاید اسی جذبے کے ساتھ راجہ بھرت نے بن باسی مہاراجہ رام چندر کی کھڑاویں راج سنگھا سن پر رکھی ہوں گی۔ عابدہ کے چلے جانے کے بعد بہت عرصہ میرے دل پر اس کا راج رہا۔

دوسری صبح جب میں نیچے گیا اور میں نے مختار بھائی سے موڑ سائیکل مانگی تو مجھے پتہ چلا کہ عابدہ اپنے وحید کے ساتھ چیپ وطنی جا چکی ہے۔

اس کے بعد میرے معدے میں پھر جلن رہنے لگی اور میں Anxiety کا شکار ہو گیا۔ دراصل گیس جلن اور تبخر کا میرے اندر وہی اعضاء سے اس قدر گہرا تعلق نہ تھا۔

جس قدر میری ڈنی شکلگتی اور گوگلوں کا عالم جسمانی ریخت کا باعث بنتا مجھے شہر میں کئی ڈاکٹر بد لئے کا شرف حاصل ہو چکا تھا۔ وہ مجھے Antacid دوائیاں دیتے۔ دودھ پینے کی ہدایت کرتے۔ مرچ مسالے والی چیزوں سے پر ہیز کرنے کو کہتے اور اصرار کرتے کہ میں اپنا آپ ڈھیلا چھوڑ کر فکروں سے آزاد ہو جاؤ۔ تمام ڈاکٹروں کے نئے تھوڑے بہت روبدل کے ساتھ وہی رہتے تھے۔ ڈاکٹروں سے اکتا جاتا تو حکیموں کی بیٹھکوں پر جانے لگتا۔ تب خیر معدہ جلن اور سورش کے لیے وہ مجھے پلاسٹک کی ڈبیوں میں معجونیں اور جوارش دیتے۔ عرق کی بوتلیں میرے سر ہانے ہری رہتیں۔ حتیٰ کہ ان میں ہلکا ہلکا کاغذی سفوف ساتیر نے لگتا۔ ڈاکٹروں حکیموں کے علاوہ ہومیو پیتھک اور ہمیو یمک دوائیوں کا بھی کمرے میں انبار لگ گیا۔ جس وقت عابدہ گھر کو آنا فانا چھوڑ کر گئی اور میر امنہ کردے لعاب سے بھرا رہنے لگا۔ میں نے کئی درکھنکھائے۔

صحت کی تلاش میں ایک روز میں ہومیو پیتھک ڈاکٹر فیضی کے پاس چلا گیا جس سے میری پرانی جان پہچان تھی۔

آئیے آئیے..... انہوں نے دروازہ کھول کر کہا۔

”آئیے السر کا کیا حال ہے؟“

”آپ باقاعدگی سے کالی فاس تھرٹی کھاتے رہتے تو افاقہ ہو جاتا۔“

”کھاتا رہا ہوں جی۔“

بیٹھے! ہومیو پیتھک میں بس یہی خرابی ہے یہ تو مالی سین سے بھی زیادہ باقاعدگی سے کھانا پڑتی ہے۔

ڈاکٹر نے اپنی کاپی نکالی اس میں وہ صفحات نکالے جن میں میر یہ سٹم لکھے ہوئے تھے۔

نیند کا کیا حال ہے؟

”بہت خراب۔ آہستہ آہستہ میں نے بے دھیانی سے جواب دیا۔

”جمائیاں۔“

”اے لگیں تو بہت آتی ہیں۔“

”خواب؟“

”پریشان۔“ میں نے جواب دیا۔

”آنکھ پھر کتنی ہے اور کئی کئی گھنٹے پھر کتنی رہتی ہے؟ اس نے پوچھا

”جی..... درست ہے۔“

”کونسی آنکھ؟.....“ سوال ہوا۔

”باتیں؟.....“

”کھلی؟.....“

”ران پر..... باتیں؟.....“

”اندر کی طرف کہ باہر کی طرف۔“

”اندر..... کی جانب“

وہ آہستہ آہستہ تمام سکھم نوٹ کرتا رہا اور پھر انٹھ کر دوائیوں کی الماری کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ اس وقت کوثر گلینک میں داخل ہوئی۔

وہ بیاہی ہوئی بیگموں کی طرح با قاعدہ موٹی ان کلچرڈ اور باتوںی ہو چکی تھی۔ ہم دونوں ڈاکٹر کو بھول بھال کر بڑی دیر تک سو شیالوں جی ڈیپارٹمنٹ اور ہم جماعتوں کی باتیں کرتے رہے۔ ہر بار میں اس سے یہی کے بارے میں کچھ کہنا چاہتا تھا۔ لیکن پتہ نہیں کیوں زبان اسی لفظ سے گرینز کر رہی تھی۔ یہی کا ذکر کرنے کی آرزو نے مجھے پروفیسر سہیل کی باتیں کرنے پر مجبور کر دیا۔

”ہائے پتہ ہے قوم مجھے پروفیسر سہیل نے بڑا disappoint کیا۔ وہ میرے ہر بند کے ساتھ یونیورسٹی میں ہیں ناں آج کل۔ یاد ہے ناں ہم سب ان کو کتنا

idolize کیا کرتے ہیں۔"

"میں تو بھی انہیں پوچتا ہوں۔"

"چھوڑو..... بڑے تکلیف دہ آدمی ہیں۔ اتنی بڑی بڑی باتیں کرتے ہیں۔ اور اتنا چھوٹا Behave کرتے ہیں۔"

"واقعی؟..... میں نے مجرح ہو کر کہا

"میرے ہر بند کہتے ہیں ذرا نونج نہیں ہے سارا بولتا ہے۔ ذرا حافظہ اچھا ہے کتابیں جلدی رکھتے ہیں۔ ان کے اقتباس استعمال کرتے رہتے ہیں۔"

میرے سامنے پروفیسر سمیل آ کھڑا ہوا مجھے پروفیسر کا بڑا اچھا بھر بھا خلیکن ہر آدمی غالباً کافی کافی کوثر کی بات نے میرے اعتبار میں چھید کر دیئے پیرا فرنکس پر مضمون لکھنے والا بھی ہی تھا۔

"اب بھی younger generation کے چنگل میں پھنس جاتی ہے لیکن فائدہ؟"

"جو آدمی کے ٹوپتی اونچی باتیں کرے اور اپنے انیسویں گریڈ کے لیے مرتا کھلتا رہے Strukes کروائے کلاسوں سے واک آؤٹ کرے۔ وہ بالکل عظیم نہیں ہو سکتا

کیوں؟"

میں سوچ میں پڑ گیا۔ میں ابھی تک پروفیسر سمیل کی شخصیت سے متاثر تھا۔ میں نے کوثر سے یہ بات چھپائی کہ میں وقتاً فوقتاً ان سے ملنے یونیورسٹی جاتا رہتا ہوں۔ "تمہیں ایک secret بتاؤ۔ کوثر میری کرسی پر جھک کر بولی۔

"ہاں بتاؤ۔"

"ہماری کلاس کی سیکھی تھی نا۔"

میرا جی لمحے بھر کے لیے بجلی کے کھمبے کی طرح کھڑا ہو گا۔

”ہاں تھی۔“

”پتہ ہے یہ پروفیسر سہیل اس کے عشق میں بٹلا تھا۔ بلا jalous تھا وہ آفتاب سے۔“

”نو.....!“

”لیں.....!“

”نومائی فٹ۔“

”تم میرے پاس آنائیو کیمپس میں..... میں سارا قصہ خداوں گی تمہیں۔“

اس کے بعد کوثر ہومیو پیچک ڈاکٹر کے ساتھ مشغول ہو گئی۔ اس کے بیٹھے کے دانت نکل رہے تھے اور وہ اس تکلین دہ مرحلے کے لیے دواليئے آئی تھی میں نے دو گولیاں ڈاکٹر صاحب کے سامنے کھائیں باقی پڑیاں رومال میں باندھ کر جیب میں رکھیں اور کوثر سے پھر ملنے کا وصہ کر کے باہر چلا گیا۔

اس وقت میرا کوئی ارادہ نہ تھا کہ میں کوثر سے ملوں گا۔ لیکن کہانی کا ایک نیا کونہ یوں باہر نکل آیا جیسے دریا کا پانی اتر جائے اور غرقاب جہاز کا مستول نظر آنے لگے۔

اس تجسس لے ایک شام مجھے پھر نیو کیمپس جانے پر مجبور کر دیا۔

نہر کے کنارے کنارے پوپلیوں کے درخت ہوا میں مسلسل مل رہے تھے۔ سڑکیں خاموش تھیں۔ صرف ہوٹل کے لڑکے لڑکیاں پنجھر یوں پر نظر آ رہے تھے۔ میں لڑکوں کے ہوٹل کی جانب مڑ گیا۔ کوثر اور اس کامیاب گھر پر موجود نہ تھے۔ ان کا سات ماں کا بچہ ایک اناڑی ملازم کی گود میں رو رہا تھا۔ جس وقت میں واپسی پر نہر کنارے پہنچا تو اچانک مجھے ڈاکٹر سہیل نظر آ گئے۔ وہ ہمیشہ کی طرح ملین ڈالر مسکراہٹ کے ساتھ دونوں ہاتھ ہلاتے آئے اور میرے موڑ سائیکل کی دونوں ہتھیاں پکڑ کر کھڑے ہو گئے۔

”کہاں بھی کہاں؟..... بڑے دنوں کے بعد نظر آئے نو کری مل گئی؟“

”مل گئی سر بھی کی۔“

”کسی لڑکی وڑکی کا چکر ہے یہاں۔“

”نہیں جی۔“

پتہ نہیں کیوں میں اسے کوڑ کے متعلق بتانا نہیں چاہتا تھا۔

پھر؟..... یہ ہوٹل سائیڈ سے کیوں آ رہے ہو۔“

”آپ کو تلاش کر رہا تھا۔“

”تو اترو آو چلو کیفے شیریا میں چلتے ہیں، میں بھی کئی دن سے تمہیں ملنا چاہتا تھا۔“

”نہیں سر بھیں ٹھیک ہے نہر کنارے۔“ میں نے اپنا موڑ سائیکل فٹ پاتھ کے

پاس کھڑا کر دیا۔ سہیل نے میرا با تھد پکڑ لیا۔ ہم دونوں نہر کنارے آہستہ آہستہ چلنے لگے۔

”آج میرے دل پر بہت بو جھ تھا..... میں چاہتا تھا کہ کوئی ایسا مل جائے جس کے ساتھ میں اپنی تھیوری share کر سکوں know you قوم..... آپ طالب علم بہت مکین گل ہو گئے وہ مجس نہیں رہے۔ وہ علم روست نہیں رہے وہ..... اچھا ہوا مجھے تم مل گئے..... میرے دل پر بہت بو جھ تھا آج۔“

میرا دل دھک دھک کرنے لگا..... خیال تھا کہ وہ سیکی کے متعلق کچھ بتائے گا۔“

تم کو یاد ہے کہ ایک بار میں نے تمہیں ایک assignment لکھنے کو دی تھی دیوانگی کی وجہ اور میں نے بار بار کہا تھا کہ یہ وجہ چاہے کتنی بھی far fetched کیوں نہ ہوں۔ لیکن نظر یہ تمہارا پنا ہونا چاہیے۔

”جی مجھے یاد ہے۔“

”میں کئی سال لڑکوں کو یہی Assignment دیتا رہا ہوں لیکن آج تک کسی سٹوڈنٹ نے کوئی نئی بات نہیں کی۔..... اب میں نے یہ سوال پوچھنا چھوڑ دیا۔ سب کتابوں سے چرا کر لکھ لاتے ہیں۔“

مجھے ابھی تک یاد تھا کہ جس روز ہم دیوائیگی کی آخری شکل خودکشی کی باتیں کر رہے تھے سبکی نے سفید کرتا اور نیلی جینز پہن رکھی تھی۔

”ابھی ابھی کچھ دن پہلے ساری بات شیشه ہو گی قوم..... میں سمجھ گیا ہوں دیوائیگی کی اصلی وجہ کیا ہے ہر وقت میں سوچتا رہتا ہوں کہ وہ ذہنی پر اگندگی جس کی وجہ سے کوئی شخص خودکشی پر آمادہ ہوتا۔ یہ وجہ بھی اس فعل کی طرح مکمل طور پر مہبوت کرنے والی ہونی چاہیے۔ دراصل دیوائیگی ایک خارجی علامت ہے لیکن اس کی وجہ خارجی نہیں..... اس کی اصلی وجہ میں بتاؤں قوم..... بتاؤں بولو..... راز افشا کروں دیوائیگی کا۔“

کھلی آنکھوں والوں پر فیسر اس لختے مجھے خود دیوانہ سانظر آیا..... کیا اس کی دیوائیگی کی وجہ بھی سبکی تھی۔

” بتائیے سر ضرور.....“
”میں بات کو سادہ کہہ دوں گا اور زیادہ تفصیلات میں نہیں پڑوں گا تم نے کبھی باسیو لو جی پڑھی ہے۔“

”میرٹرک میں پڑھی تھی..... سر۔“

”پڑھا کر دبا سیو لو جی..... کوئی آدمی بولوں باسیو لو جی اور فرزکس کے بغیر اپنے خدا تک نہیں پہنچ سکتا اس کی قدرت کو نہیں سمجھ سکتا۔ اسے سمجھ نہیں اسکتی کہ کیسے اس کی قدر یہ اس کی حیاتیاتی وراثت ہے۔ تمہاری آنکھوں کا رنگ۔ قدر کی لمبائی رنگت ہی gcues کے تابع نہیں تمہارا گوشت ہڈی اور اعصاب پر ہی Genes حاوی نہیں بلکہ ہر خلیے کے نیوکلیس میں کروموزم کے رین میں انسان کی قدر یہ چھپی ہوتی ہے۔“

اس نے اپنے لب میرے کان کے ساتھ لگا دیے۔

”اور پیٹا جی مغرب کے لوگ مانیں نہ مانیں لیکن ان ہی جینز کے اندر ہماری

دیوانگی کاراز پہاں ہے۔“

”کیسے سر! کیا آپ ماحول پر qcneties کو ترجیح دے رہے ہیں۔ حالانکہ یہ بات واضح ہے کہ دونوں چیزیں بالا واسطہ یا با بالا واسطہ ایک دوسرے کے بغیر چل نہیں سکتیں۔

ہمیں نے دیوانگی کاراز پالیا ہے قوم اور وہ ہے تغیر نوع یا mutation سادہ طور پر سمجھ لو کہ جب کبھی evolution ہوتی ہے کوئی specie بدلتی ہے اس کی وجہ سے تبدیلی ہے ارتقاء انسانی کے لیے ضروری ہے کہ ہمارے میں تبدیلی ہو۔ ہرئی پوڈ پھٹلی سے مختلف ہو۔ یہ تبدیلیاں ابھی مکمل طور پر دریافت نہیں ہو سکیں۔ لیکن یہ بات طے ہے کہ ساری تبدیلی کی وجہ سے ہوتی ہے۔“ پوری طرح تغیر پذیر ہوں تو ارتقاء ہوتا ہے ٹوٹ پھوٹ جائے تو دیوانہ پن پیدا ہوتا ہے۔“

”مر آپ کا سارا علم مغرب سے متعار لیا ہوا ہے۔ غالباً اسی لیے اس میں نیا پن نہیں ہے۔“ میں کوئی کی باتوں میں ڈوبا ہوا تھا۔

سکھیل نے میرے کندھے پر ہاتھ مارا اور بولا۔ Bastard کہتے۔ تم صح ہو لیکن جب میری ساری بات سنو گے تو شاید اپنی رائے بدل لو گے جیسے میں اپنے متعلق اپنی رائے بدل چکا ہوں tranquilizers، radiation اور ایسا ہی کئی زہریلی دوائیوں سے guess میں خطرناک mutation ہو جاتی ہے آج کامغربی سائنس و ان اس حقیقت سے بہت خوفزدہ ہے وہ جانتا ہے کہ ان باتوں سے تغیر تو ہوتا ہے لیکن مکمل نہیں ہوتا۔ تغیر پذیر gene لولانگڑا ہو جتا ہے اور آنے والی نسلوں پر بڑے خطرناک نتائج مرتب ہوتے ہیں۔

مثلاً دوسروں والا بچہ۔ چھ انگلیوں والی اولاد۔ ماتھے کے درمیان تیسری آنکھ والی مخلوق۔ ایسے gene کے نتائج کچھ ہی ہو سکتے ہیں۔ بازوںہ ہوں ہرے

لیکن میں نے ایک اور وجہ بھی دریافت کی ہے..... ایک نئی اور انوکھی وجہ جس سے تغیر قدر ہوتے ہیں اور دیوانگی ہوتی ہے..... غور سے سنو میں اپنی تھیوری patent کروانے والا ہوں غور سے سنو..... یہ مغرب والے جب یہی نتیجہ اخذ کریں گے تو تم جیسے چر کئے اسے فوراً اپنا لیں گے۔ لیکن اپنے آدمی کا اعتبار نہیں کریں گے۔ یہی سیاہ آدمی کی پس ماندگی کی وجہ ہے۔“

”آپ تھیوری تو بتائیں سر۔“

”مغرب کے پاس حرام حلال کا تصور نہیں ہے اور میر تھیوری ہے کہ جس وقت حرام رزق جسم میں داخل ہوتا ہے وہ انسانی qenes کو متاثر کرتا ہے رزق حرام سے ایک خاص قسم کی augmentation ہوتی جو خطرناک ادویات شراب اور radiation سے بھی ریا رہ مہلک ہے رزق حرام سے جو تغیر پذیر ہوتے ہیں qenes کے اندر رالی ہیں۔ وہ لوئے لٹکڑے اور انہیں ہے ہی نہیں ہوتے بلکہ نامید بھی ہوتے ہیں نسل انسانی سے۔ یہ جب نسل درسل ہم میں سفر کرتے ہیں تو ان qenes کے اندر رالی ڈیپن پر اگندگی پیدا ہوتی ہے جس کو ہم پا گل پن کہتے ہیں۔ یقین کر لور رزق حرام سے ہی ہماری آنے والی نسلوں کو پا گل پن و راشت میں ملتا ہے۔ اور جن قوموں میں مکن حیث القوم رزق حرام کھانے کا لپکا پڑ جاتا ہے۔ وہ مکن حیث القوم دیوانی ہونے لگتی ہیں۔ کیوں اب بتاؤ یہ بات مغرب کے علم سے مستعار ہے کہ مشرق سے؟

میں حیران پریشان ان کا منہ تکنے لگا۔

یاد رکھو بھی مغرب والے یہاں تک نہیں پہنچ۔ جب ہم سور کا گوشت نہیں کھاتے تو وہ حیران ہوتے ہیں۔ جب ہم بکرے پر بکیریں پڑھ کر اسے حلال کرتے ہیں تو وہ تعجب سے دیکھتے ہیں۔ جب ہم عورت سے زنا نہیں کرتے۔ نکاح پڑھ کر اسے اپنے لیے حلال بناتے ہیں تو وہ سمجھ نہیں سکتے۔ بھائی میرے کیسے سمجھیں حرام حلال کا تصور انسانی نہیں ہے اس لیے۔ اس میں بھید ہے گہرا بھید۔

..... حرام حلال کی حد سب سے پہلے بہشت میں لگائی تھی gene mutation اللہ نے۔

”آپ کی بات انوکھی تو ضرور ہے پروفیسر صاحب۔ لیکن مجھے کچھاں سائنس فک لگتی ہے۔

لگئے گی لگتی رہے گی۔ کیونکہ بات کرن والا ایک معمولی مشرقی آدمی ہے۔ تمہارے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر نیو کیمپس پر چلنے والا۔ کہیں جو یہ نظر یہ مغربی فلاسفہ کے منہ سے سن پاتے تو فوراً قائل ہو جاتے۔ مانی ڈیکیر سٹوڈنٹ حرام کیا ہے؟ وہ جس سے منع کیا گیا۔ اچھے اور برے کا سوال نہیں ہے، صرف جو چیز منع فرمائی ہے اللہ نے وہ حرام ہے اسی لیے حرام و حلال کا جھگڑا سب سے پہلے جنت میں پیدا ہوا۔ جب حضرت آدم نے شجر منوعہ سے قبضہ کر کھایا۔ اچھے برے کا سوال نہیں تھا۔ لس وہ جو منع تھا پر حلال کیا۔ اس گندم کے دانے کا رزق حرام جس وقت ان کے جسم میں داخل ہوا۔ ایک خطرناک تغیر آیا ان کے جسم میں ان کے genens میں۔ اس تغیر سے اللہ نے انہیں ڈرایا تھا۔ اس وقت تک حضرت آدم اور اماں حوا کے تمام خلیے صالح تھے۔ ان کا نیو کلس محفوظ طریقے سے ٹوٹتا ہے لیکن اب اس نیو کلس میں چھپے ہوئے genes میں تبدیلی آئی mutat ہوئے لونے اللگڑے اندھے اور نا امید اور آنے والی نسلوں میں منتقل ہو گئے۔ اسی لیے دیوانہ پن کے پہلے آثارہا بیل اور قabil کے جھگڑے میں واضح ہوئے۔ پہلا قتل ہوا ہست! دیوانگی خود کشی کی مشکل میں منجھ ہوئی کہ قتل کی شکل میں اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ دیوانگی کی شدید شکل انسان کش ہے۔ جھگڑا بہا بیل قabil میں نہ ہوا تھا۔ یہ ان کی وجہ تھی جو حضرت آدم کے وجود میں شجر منوعہ کے کھانے کی وجہ سے ٹوٹے پھوٹے تھے۔ پھر چل سو چل ہوا۔ ایک سے دوسرا پو دیک ہم یہی ورش دیتے آئے ہیں۔ خود رزق حرام کھاتے ہیں اور آنے والی نسلوں کو پا گل پن کی

وراثت genes میں پیک کر کے عطا کرتے ہیں۔ بیٹا نہ کہی پوتا کہی، پوتا نہ کہی چند نسلوں آگے کوئی شریف نفس بچی سہی۔ اس تقدیر سے کوئی بخ نہیں سکتا جو genes میں لکھی جاتی ہے۔

” غالباً آپ بابا آدم کی مذہبی کہانی کو نئے طور پر interpret کر رہے ہیں،“
”مائی فٹ ڈاکٹر سہیل چلایا۔ مذہبی کہانی کی نئی توجیہہ ایک معمولی کام ہے میں ایک بہت بڑا انکشاف کر رہا ہوں۔ سیدھی سی بات ہے بھائی میاں جو کچھ ہم کھاتے پیتے ہیں اندر جا کر ہمارے اہو کی ساخت پر اثر انداز ہوتا ہے۔

” ہوتا ہے کہ نہیں۔ اندر بلڈ کمیٹری چلتی ہے کہ نہیں؟“
” بھی چلتی ہے۔“
” تو سمجھ لو بخوبی طور پر کہ جو رزق حال ہم اندر ڈالتے ہیں۔ اس کا بلڈ کمیٹری پر ثبت اثر ہوتا ہے اور جو رزق حرام اندر واخل ہوتا ہے اس کا فتنی اثر ہوتا ہے ہمارے لہو پر۔“

یعنی ایک بوری آنا جو حرام کی کمائی سے آیا اور ایک بوری آنا جو حلال کی کمائی سے آیا۔ ان کی بلڈ کمیٹری مختلف ہوگی؟ جانے دیجئے سر۔

” ضرور۔ یقیناً۔ انشاء اللہ۔ جو شخص حرام کی بوری سے کھائے گا۔ اس کے اہو کی کیا ایسی حالت مختلف ہوگی اور اس اہو میں genes کی توڑ پھوڑ منتی ہوگی۔“
” جائیں سر۔ جانے دیں۔“

” مان جائیں بابا جی مان جائیں مغربی تعلیم کے پرستارو جی مان جائیں۔ اگر کبھی مغرب کے پاس حرام حلال کی تصور ہوتا تو وہ کبھی کے پا گل پن کی اصلی وجہ دریافت کر لیتے۔“

” جناب پروفیسر بقراط صاحب۔ آنا ایک مادی چیز ہے اس کا جو کچھ بھی کیمیکل اثر ہوگا۔ دونوں حالتوں میں ایک سا ہوگا کیونکہ ان دونوں میں ایک خاص

مقدار تک کار لو ہائیڈ رفیٹ اور پروٹیز وغیرہ ہوں گے۔

پانی مادہ ہے..... ہے کہ نہیں؟ لیکن دم کیے ہوئے پانی کی تاثیر بدل جاتی ہے جس پانی میں سے بچلی گزرتی ہے۔ اس کے ارلن پھٹ جاتے ہیں کہ نہیں گدھے آدمی جس وقت آنار زق حرام سے خریدا جاتا ہے اس میں ایک منقی چارج جمع ہو جاتا ہے۔“

”چھوڑیفس سر بات آپ folvore کی کر رہے ہیں اور بنانا اسے سائنسک چاہتے ہیں۔“

”اچھا یہ بتاؤ دادا کا گناہ پوتے تک کیسے پہنچتا ہے..... مغلس کیسے سفر کرتی ہے انسانوں ڈیمیں۔“

”بیکاریاں طے ہے کہ کچھ موروٹی ہوتی ہیں۔“

”اوہ دیوانہ پن۔؟“

”دیوانہ پن موروٹی ہو سکتا ہے اور ما جولیا تی بھی لیکن موروٹی کی وجہ نہیں ہے جو آپ بیان کر رہے ہیں۔“

مانو گے مانو گے بچو! ابھی نہیں..... جس وقت کوئی سفید صاحب تمہارے گلے میں انگوٹھا دے گا تب!..... تب آپ کا باپ بھی مانے گا کہ رزق حرام ہی پا گل پن کی اکلوٹی وجہ ہے۔

”میرا باپ بیور و کریٹ نہیں ہے سر..... شاید وہ آپ کی بات مان جائے۔“

سہیل نے میرے کندھے پر زور ڈال کر پوچھا..... کہاں ہے تمہارا باپ وہ میری بات ضرور سمجھے گا..... وہ جانتا ہو گا کہ اللہ علیم ہے..... اگر اس نے گوشت پر تکبیر پڑھنے کا حکم دیا ہے تو..... وجہ ہو گی ضرور کوئی۔ میں اسے بتاؤں گا کہ کیا منقی اثرات مرتب ہوتے ہیں اگر تکبیر نہ پڑھی جائے تو..... ظالم سوچ تو سہی کی تکبیر پڑھنے سے مرغی کا گوشت بدل جاتا ہے؟..... نہیں۔ ہرگز نہیں صرف حرام گوشت سے

genes پر مبنی اثر پڑتا ہے۔ یہ ساری حکمت تھی..... اور تم جیسے کو دن کو میں سمجھا رہا ہوں اور تم سمجھتے نہیں۔

اس نے حیران ہو کر مجھے دیکھا اور بولا / مذہبی اعتقدات ہیں ہی سائنس بنانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ سور کا گوشت حرام ہے۔ اس پر سو تکبیریں پڑھلو، یہ حرام ہی رہے گا، جو کھائے گا وہ اپنی genen mutation کا خود ذمہ دار ہو گا۔
”کیا اسی لیے عورت کو بھی حلال کر کے استعمال کرنے کا حکم ہے؟..... میں نے طفر سے سوال کیا؟“

”زن سے پیدا ہونے والے بچے کو تو gene mutation کا سو فی صد خطرہ ہوتا ہے زن سے منع کیوں کیا اسی لیے ورنہ جسمانی تعلق کوئی بدل تھوڑی جاتا ہے شادی کرانے سے یا نہ کرانے سے جسمانی تعلق دونوں صورتوں میں وہی رہتا ہے۔

”پلیز آپ عورت کو بکرے کے گوشت سے نہ ملاسیں، آج کل ویکن لبریشن چل رہی ہے کسی عورت نے سن لیا تو وہ آپ کو حلال کر دے گی..... بلکہ حرام کر دے گی۔“
وہ نہر کنارے خود روگھاں پر بیٹھ گیا اور چپ ہو گیا، پھر اس نے ایک پتھراٹھا کر بہتے پانی میں پھینکا، تھوڑے سے چھینٹے اڑے اور پانی روائی پر قائم ہو گیا اس قوت میرے جی میں آئی کہ میں اس سے یہی کے متعلق پوچھوں۔ وہ کس حد تک یہی میں گوندھا گیا تھا؟

”یا رسوچتو بکرے کا گوشت مادی رزق کی شکل ہے عورت کا گوشت کو بھی کبھی روحاںی شکل اختیار کر لیتا ہے لیکن ہے وہ بھی رزق ہی کی شکل میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ رزق چاہے مادی ہو یا روحاںی genes کو متاثر ضرور کرتا ہے تم مانو نہ مانو یہ حرام و حلال کا بڑا ظالم چکر ہے کبھی کبھی رزق حرام سے فرد افراد اپاگل پن پیدا نہیں ہوتا بلکہ قوم کی قوم دیوانی ہو جاتی ہے سوڈا اور گومورا کی مطرح مالی

ڈیسن عورت کے معاملے میں تو بہت احتیاط برتنی چاہئے، اس کے پاس تو مشین موجود ہے..... ایسا بچہ جن دیتی ہے فنا فر زنا کے بعد..... اور آنے والی نسلوں میں بھی چھوڑ دیتی ہے دیوانگی کے۔

”اچھا سر میں پھر کسی وقت حاضر ہوں گا“

بھاگو..... بھاگو..... تم صاحبزادے کبھی حاضر نہیں ہو گے۔ ہم جیسے پروفیسر وو کے پاس کبھی کوئی حاضر نہیں ہوتا۔ تم لوگ ایسی لوگوں کے پاس وقت گزارنا چاہو گے جو تمہیں..... اچھا چھوڑو this is your age

”آپ بھی مجھ سے کچھ زیادہ بڑے نہیں ہیں میر اور پھر جب بھی میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں آپ حوصلہ شکنی کر دیتے ہیں ڈ۔

اس نے اپنی گھوپڑی پر دونوں ہاتھ رکھ کر کہا..... یہاں..... بہت بڑھا ہو گیا ہوں قیوم..... دعا کرنا میری تھیوری کا میاب ہو جائے۔

”ہو گی جی انشاء اللہ ضرور ہو گی“

”اس نے لمبی سانس بھر کر کہا..... میں بڑا ہی چھوٹا آدمی ہوں مجھے پاکستان سے ایسی تعصیب انگلیز محبت ہے کہ میں کوئی بڑا کام کرنہیں سکتا، میں جب بھی سوچتا ہوں پاکستان کی terms میں سوچتا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ یہ پدا سالمک جغرافیے کے نقشوں میں کسی طرح بڑا ہو جائے۔ جب کبھی ہماری ہاکی ٹیم یا کرکٹ ٹیم کوئی میچ جیت جاتی ہے تو ایک foolish لڑکی کی طرح میرا تالیاں بجانے کو جی چاہتا ہے..... یار میرا جی چاہتا ہے کہ میری تھیوری کا میاب ہو۔ مغرب کے لوگ قائل ہوں کہ ایک پاکستانی مسلمان نے اتنا بڑا کام کیا۔

”انشاء اللہ سہیل صاحب ایسے ہی ہو گا۔“

لیکن میں نے پاکستان سے زیادہ کبھی کسی لڑکی سے محبت نہیں کی..... سیمی شاہ سے بھی نہیں